خلافت و ملوکیت

MARKAZI MAKTABA ISLAMI PUBLISHERS
NEW DELHI
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

رسولؐ اور حضرت عباسؓ کا ذمہ ہے کہ ہم تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور رسول اللہؐ کی سیرت کے مطابق حکومت کریں گے۔"(۶۴)

لیکن حکومت حاصل ہونے کے بعد کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اُنھوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ یہ سب کچھ فریب تھا۔

ان کا ظلم

بنی اُمیہ کے دارالسلطنت دمشق کو فتح کر کے عباسی فوجوں نے وہاں قتلِ عام کیا جس میں ۵۰ ہزار آدمی مارے گئے۔ ۷۰ دن تک جامعِ بنی امیہ گھوڑوں کا اصطبل بنی رہی۔ حضرت معاویہؓ سمیت تمام بنی اُمیہ کی قبریں کھود ڈالی گئیں۔ ہشام بن عبدالملک کی لاش قبر میں صحیح سلامت مل گئی تو اس کو کوڑوں سے پیٹا گیا، چند روز تک اسے منظرِ عام پر لٹکائے رکھا گیا اور پھر جلا کر اُس کی راکھ اُڑا دی گئی۔ بنی اُمیہ کا بچہ بچہ قتل کیا گیا اور ان کی تڑپتی ہوئی لاشوں پر فرش بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ بصرے میں بنی اُمیہ کو قتل کر کے اُن کی لاشیں ٹانگوں سے پکڑ کر کھینچی گئیں اور انھیں سڑکوں پر ڈال دیا گیا جہاں کتے انھیں بھنبوڑتے رہے۔ یہی کچھ مکے اور مدینہ میں بھی ان کے ساتھ کیا گیا۔(۶۵)

سفّاح کے خلاف موصل میں بغاوت ہوئی تو اس نے اپنے بھائی یحییٰ کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ یحییٰ نے اعلان کیا کہ جو شہر کی جامع مسجد میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے امان ہے۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں وہاں جمع ہو گئے [illegible]

خلافت و ملوکیت

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی، مگر حضرت معاویہؓ نے اُس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی۔(۶۶)

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود، اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر، خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبرِ رسولؐ پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔(۶۷) کسی کے مرنے کے بعد اُس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے آ کر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبۂ جمعہ میں سبِّ علیؓ کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کر دی: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل:۹۰)

مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ و سنتِ رسولؐ اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب و سنت کی رو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی چار حصے اُس فوج میں تقسیم کیے جانے چاہئیں جو لڑائی

خلافت و ملوکیّت

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
E-mail: [illegible]
Website: www.[illegible]
ISBN 81-8088-362-0

خلافت و مُلوکیت

سیّد ابُوالاعلیٰ مودودیؒ

اِدارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

نصف کر دیا اور باقی نصف خود بھی شریک کر دی۔[۲۶]

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود، اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبرِ رسولؐ پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔[۲۷] کسی کے مرنے کے بعد اُس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار، انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اگر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبۂ جمعہ میں سبِّ علی کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کر دی: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل - ۹۰)۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ و سنتِ رسولؐ اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب و سنت کی رُو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی چار حصے اُس فوج میں تقسیم کیے جانے چاہییں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا اُن کے لیے الگ نکال لیا جائے، پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔[۲۸]

---

[۲۶] البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۹ - ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں: وکان معاویۃ اول من قسمھا الی النصف واخذ النصف لنفسہ۔

[۲۷] الطبری، جلد ۴، ص ۱۸۰ - ابن الاثیر، ج ۳، ص ۴۰، ج ۴، ص ۲۳ - البدایہ، ج ۸، ص ۱۳۹، ج ۹، ص ۳۔

[۲۸] طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸ - ۲۹ - الطبری، ج ۴، ص ۱۸۷ - الاستیعاب، ج ۱، ص ۱۱۸ - ابن الاثیر، ج ۳، ص ۲۳۳ - البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۹۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

روزِ جزا کا مالک ہے۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہے۔ کسی انسان، کسی فرشتے، کسی دیوتا، کسی پیمبر سے، غرض کسی مخلوق کا کمال بھی ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ کا عطیہ ہے۔ پس اگر کوئی اس کا مستحق ہے کہ ہم اس کے گرویدہ اور پرستار، احسان مند اور شکر گذار، نیاز مند اور خدمت گار بنیں تو وہ خالقِ کمال ہے نہ کہ صاحبِ کمال۔

۳؎ رب کا لفظ عربی زبان میں تین معنوں میں بولا جاتا ہے۔ (۱) مالک اور آقا۔ (۲) مربی، پرورش کرنے والا، خبر گیری اور نگہبانی کرنے والا۔ (۳) فرمانروا، حاکم، مدبر اور منتظم۔ اللہ تعالیٰ ان سب معنوں میں کائنات کا رب ہے۔

۴؎ انسان کا خاصہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیغوں میں اس کو بیان کرتا ہے، اور اگر ایک مبالغہ کا لفظ بول کر وہ محسوس کرتا ہے کہ اُس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا، تو پھر وہ اسی معنی کا ایک اور لفظ بولتا ہے تاکہ وہ کمی پوری ہو جائے جو اس کے نزدیک مبالغہ میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں رحمٰن کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر رحیم کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔ رحمان عربی زبان میں بڑے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے، اس قدر وسیع ہے، ایسی بے حد و حساب ہے کہ اس کے بیان میں بڑے سے بڑا مبالغہ کا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا۔ اس لیے اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لیے پھر رحیم کا لفظ مزید استعمال کیا گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم کسی شخص کی فیاضی کے بیان میں "سخی" کا لفظ بول کر جب تشفی محسوس کرتے ہیں تو اس پر "داتا" کا اضافہ کرتے ہیں۔ رنگ کی تعریف میں جب "گورے" کو کافی نہیں پاتے تو اس پر "چٹے" کا لفظ اور بڑھا دیتے ہیں۔ درازیِ قد کے ذکر میں جب "لمبا" کہنے سے تسلی نہیں ہوتی تو اس کے بعد "تڑنگا" بھی کہتے ہیں۔

۵؎ یعنی اُس دن کا مالک جبکہ تمام اگلی پچھلی نسلوں کو جمع کر کے ان کے کارنامۂ زندگی کا حساب لیا جائیگا اور ہر انسان کو اس کے عمل کا پورا صلہ یا بدلہ مل جانے گا۔ اللہ کی تعریف میں رحمان اور رحیم کہنے کے بعد مالک روزِ جزا کہنے سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ نرا مہربان ہی نہیں ہے بلکہ منصف بھی ہے، اور منصف بھی ایسا با اختیار منصف کہ آخری فیصلے کے روز وہی پورے اقتدار کا مالک ہوگا، نہ اس کی سزا میں کوئی مزاحم ہو سکے گا، اور نہ جزا میں مانع۔ لہٰذا ہم اس کی ربوبیت اور رحمت کی بنا پر اس سے محبت ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے انصاف کی بنا پر اس سے ڈرتے بھی ہیں اور یہ احساس بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے انجام کی بھلائی اور بُرائی بالکلیہ اسی کے اختیار میں ہے۔

۶؎ عبادت کا لفظ بھی عربی زبان میں تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) پوجا اور پرستش۔ (۲) اطاعت اور

ڈبو کر نکالو اور پھر اس کھانے کو کھاؤ۔ اس کے ایک پر میں بیماری ہے۔ یعنی کبروغرور کی بیماری جو اسے دیکھ کر تمہارے نفس میں پیدا ہوتی ہے اور دوسرے پر میں اس کا تریاق۔ یعنی اس کبروغرور کا علاج جس کی وجہ سے تم ایسے کھانے کو پھینک دیتے ہو یا اپنے خادموں کو کھلاتے ہو۔ اس معنی کی تائید وہ احادیث بھی کرتی ہیں جن میں نبی ﷺ نے برتن میں تھوڑا سا کھانا چھوڑ کر اٹھ جانے کو ناپسند فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ اپنی رکابی کو صاف کر کے اٹھو۔ اس حکم کی وجہ بھی یہی ہے کہ جو شخص اس طرح برتن میں کچھ چھوڑ کر اٹھتا ہے وہ گویا یہ چاہتا ہے کہ یا تو اس بقیہ کھانے کو پھینک دیا جائے یا اسے کوئی دوسرا کھائے۔

آخری سوال جو آپ نے بخاری کے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" ہونے کے بارے میں کیا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ یقینی ذریعے سے تو ہم کو کتاب اللہ پہنچی ہے، کیونکہ اسے ہزارہا آدمیوں نے بتواتر نقل کیا ہے۔ مگر اس کے بعد جس کتاب کے مندرجات ہم کو معتبر ترین سندوں سے پہنچے ہیں وہ بخاری ہے کیونکہ دوسری تمام کتابوں کی بہ نسبت اس کتاب کے مصنف نے سندوں کی جانچ پڑتال زیادہ کی ہے۔ یہ صحت کا حکم صرف اسناد سے متعلق ہے اور یقیناً بالکل صحیح ہے۔ رہی مضامین کی تنقید بلحاظ درایت، تو اس کے متعلق میں اوپر اشارہ کر چکا ہوں کہ یہ کام اہل روایت کے فن سے بڑی حد تک غیر متعلق تھا، اس لئے یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہئے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی جان لینے کی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو۔ ہم کو خود اپنی زندگی میں بارہا اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک شخص کی گفتگو کو جب سننے والے دوسروں کے سامنے نقل کرتے ہیں تو صحیح روایت کی کوشش کرنے کے باوجود ان کی نقل میں مختلف قسم کی کوتاہیاں رہ جاتی ہیں۔ مثلاً کسی کو پوری بات یاد نہیں رہتی اور وہ اس کا صرف ایک حصہ نقل کرتا ہے۔ کسی کی سمجھ میں بات اچھی

رسائل و مسائل

دوم

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں مودودی کی گستاخی

يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَٰعِلِينَ ﴿١٠﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا
مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ﴿١١﴾ أَرْسِلْهُ
مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿١٢﴾ قَالَ
إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَن تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَن يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ
وَأَنتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

کوئی آتا جاتا قافلہ اسے نکال لے جائے گا۔" اس قرارداد پر انہوں نے جا کر اپنے باپ سے کہا "ابا جان، کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے معاملہ میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے سچے خیر خواہ ہیں؟ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کچھ چر چگ لے گا اور کھیل کود سے بھی دل بہلائے گا، ہم اس کی حفاظت کو موجود ہیں۔" باپ نے کہا "تمہارا اسے لیجانا مجھے شاق گزر رہا ہے اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ پھاڑ کھائے جبکہ تم اس سے غافل ہو۔" انہوں نے جواب دیا "اگر اسے بھیڑیے نے کھا لیا جبکہ ہم ایک جتھا ہیں،

ہیں جو دشمنوں کے مقابلہ میں کام آ سکتے ہوں، ساتھی بنانے ہوں تو ایسے لوگوں کو بنانا چاہیے جو اپنے آپ کو خواہشِ نفس کے حوالے کر دینے کے بجائے ایمان اور عمل صالح سے بھی کچھ رشتہ جوڑے رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا تعاون حاصل کرنا بہت کم موقع پر مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کبھی نفس ان سے کسی بے کام کا تقاضا کرتا ہے تو وہ ایمان کے تقاضوں کو متروک کر کے پہلے نفس کا تقاضا پورا کر چکتے ہیں اور جب ضمیر انہیں ملامت کرتا ہے تو اس کو یہ کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ خدا غفور و رحیم ہے، یہ ناگزیر تھا، جس سے ہمارا کام اٹکا ہوا ہے اگر اس نے چھوٹ دے پھر ان شاء اللہ ہم توبہ کر کے دریے ہی نیکی بن جائیں گے جیسا تو ہمیں دیکھنا چاہتا ہے۔

یہ بیان ہے ان دلائل اور نظائر کے بیان سے مختلف ہے۔ ان کی روایت یہ ہے کہ برادرانِ یوسف اپنے مشترکہ باپ کے پاس ہلکے کی طرف گئے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے خود حضرت یعقوب نے ان کی تلاش میں حضرت یوسف کو بھیجا تھا۔ مگر یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت یعقوب نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے سوتیلے بھائیوں کے سلوک کا حال جاننے کے باوجود انہیں

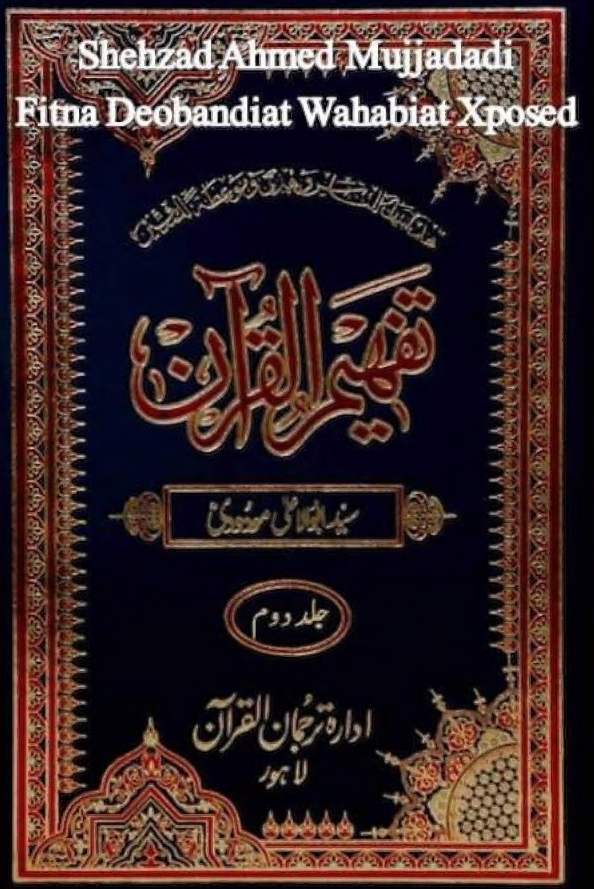

خلافت و ملوکیت

سید ابوالاعلیٰ مودودی

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی۔[۲۶]

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود، اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر، خطبوں میں بر سرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبرِ رسولؐ پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔[۲۷] کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار، انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبۂ جمعہ میں سبِ علی کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کر دی: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل - ۹۰)۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہؐ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب و سنت کی رُو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کیے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا[۲۸] ان کے لیے الگ نکال لیا جائے، پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

---

[۲۶] البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۳۹۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں: وکان معاویۃ اول من قصرھا الی النصف واخذ النصف لنفسہ۔

[۲۷] الطبری، جلد ۴، ص ۱۸۰۔ ابن الاثیر، ج ۳، ص ۲۴۳۔ ج ۴، ص ۱۵۔ البدایہ، ج ۸، ص ۱۳۹۔ ج ۹، ص ۱۰۔

[۲۸] طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۸ - ۲۹۔ الطبری، ج ۴، ص ۱۸۷۔ الاستیعاب، ج ۱، ص ۱۱۸۔ ابن الاثیر، ج ۳، ص ۲۳۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۹۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوْٓا
اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ
الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي
السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ
النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْٓا

اُمید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔ اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے مہیا کی گئی ہے اور اللہ اور رسُول کا حکم مان لو، توقع ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ دَوڑ کر چلو اُس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، اور وہ اُن خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال، جو غصّے کو پی جاتے ہیں اور دُوسروں کے قصُور معاف کر دیتے ہیں ــــ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں[99] ــــ اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام چلی جاتی ہے۔

99 سُود خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سُود خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ سُود لینے والوں میں حرص و طمع، بُخل اور خود غرضی۔ اور سُود دینے والوں میں نفرت، غصّہ اور بُغض و حسد۔ اُحُد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصّہ شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بتاتا ہے کہ سُود خواری سے فریقین میں جو اخلاقی اوصاف پیدا ہوتے ہیں ان کے بالکل برعکس انفاق فی سبیل اللہ سے یہ دُوسری قسم کے اوصاف پیدا ہوا کرتے ہیں، اور اللہ کی بخشش اور اس کی جنت اسی دُوسری قسم کے اوصاف سے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ پہلی قسم کے اوصاف سے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو سُورۂ بقرہ، حاشیہ ۳۲۰)

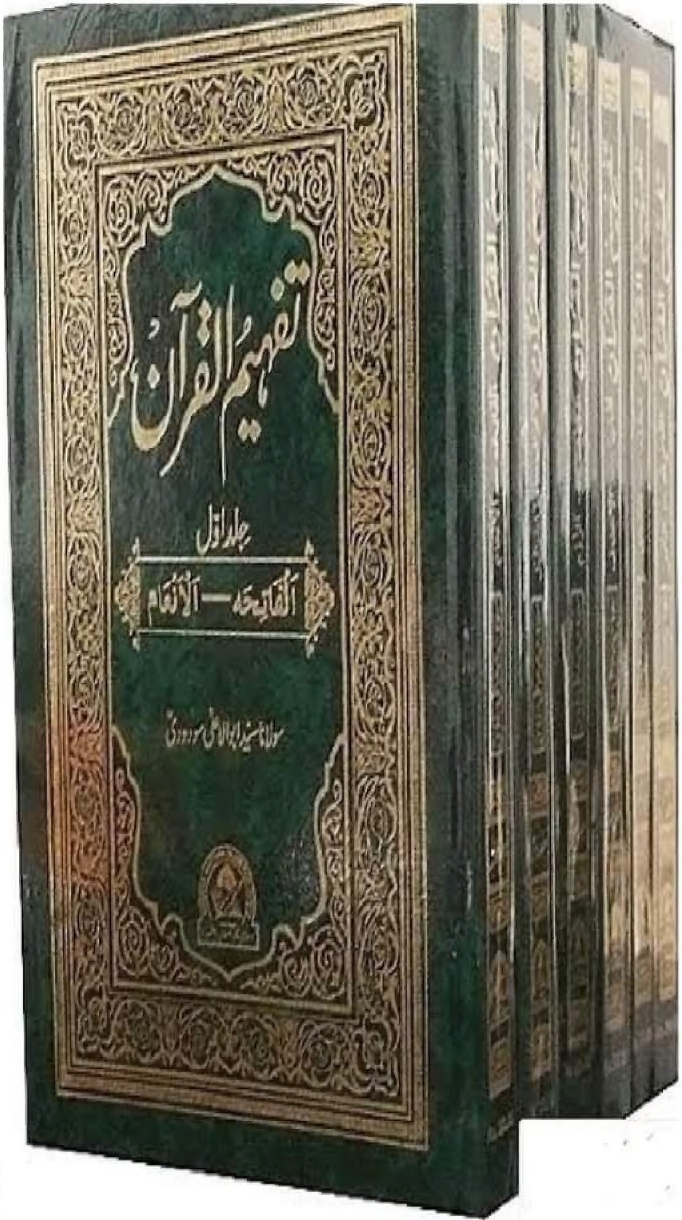

00:03 Vo)) LTE1 4G Vo)) LTE2 4G 84%

خود گھڑ کر بصورت استفتا، پیش کیا کہ بھاولپور میں دو لڑکیاں جڑواں ہیں اُن کے نکاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اسکے جواب میں مودودی صاحب قرآن کریم کے صریح حکم اور اجماع اُمت کے خلاف ان دونوں بہنوں کے ایک ہی مرد سے نکاح کے جواز کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں (ترجمان القرآن نومبر ۱۹۵۴ء صـ۱۲۶) حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بھاولپور میں ایسی لڑکیاں نہیں ہیں۔

⑥ مودودی صاحب اور متعہ

متعہ کی حرمت پر قرآنِ حکیم کی نصوص صریحہ موجود ہیں اور اُمت کا اجماع ہے بلکہ محققین کا نظریہ تو یہ ہے کہ اسلام میں متعہ مروّجہ ایک آن کے لئے بھی حلال نہیں ہوا، مکہ میں نازل شدہ صریح آیات کیخلاف مدینہ پہنچکر اجازت کیسے مل گئی؟ جن احادیث سے عارضی طور چند ایام کے لئے جواز مفہوم ہوتا ہے ان سے متعہ مروجہ مراد نہیں بلکہ نکاح بہ قلیل باضمار نیت فرقت مراد ہے۔ یہ اجازت بھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔ بہرکیف حقیقت کچھ بھی ہو اس پر اُمّت کا اجماع ہے کہ متعہ قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا ہے مگر پوری اُمت اور نصوصِ قرآنیہ کے خلاف مودودی صاحب نے ترجمان القرآن بابت اگست سنہ ۱۹۵۵ء میں بوقت ضرورت جواز متعہ کا فتویٰ شائع فرما دیا، پھر جب اس پر چاروں طرف سے لے دے شروع ہوئی تو فرماتے ہیں کہ میں نے تو شیعہ کو یہ مشورہ دیا تھا، حالانکہ ہر شخص مودودی صاحب کا پہلا مضمون دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ انھوں نے یہ مضمون اہل سنت اور شیعہ کے درمیان محاکمہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ راقم الحروف کے علم میں جماعتِ اسلامی کے ایسے لوگ ہیں جو مودودی صاحب کے پینترا بدلنے سے قبل بالاجماع حرام متعہ کا بعض ائمہ سے جواز ثابت کرنے میں مصروف تھے۔

⑦ مودودی صاحب اور دجال

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے قبل خروجِ دجّال کی پیشگوئی فرمائی ہے اس

مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام ۔ ۲۵

پیشگوئی کے صدق پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔ کسی مسلمان کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق میں شبہ تو کیا وہ اسکا وسوسہ لانے کو بھی کفر سمجھتا ہے مگر مودودی صاحب کی شوق تخریب میں دریدہ دہنی ملاحظہ فرمائیں۔

رسائل و مسائل صفحہ ۵۵ تا ۵۷ میں مزاحیہ انداز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تکذیب کی ہے، ذرا اس مجددِ اسلام کی قوت استدلال کا بھی اندازہ لگائیں رسائل و مسائل میں فرماتے ہیں کہ ساڑھے تیرہ سو سال گزرنے پر بھی دجّال ظاہر نہیں ہوا اس سے اسکی حقیقت واضح ہو گئی۔ سُبحان اللہ، کیسی دلیل ہے، اگر شیطان نے یہی دلیل انکار قیامت سے متعلق بھی القاء کر دی تو مودودی صاحب فرمانے لگیں گے کہ دیکھا چودہ سو سال گزرنے پر بھی قیامت نہیں آئی، اس سے ثابت ہوا کہ قیامت کا خیال محض افسانہ ہے اور آیت "اقتربت الساعۃ" انہی افسانہ نویسوں کا اختراع ہے۔

00:04 Vo) LTE1 4G Vo) LTE2 4G 84%

مودودی صاحب شیعہ رہنماؤں کی نظر میں

(۱) شیعہ ماہنامہ پیام عمل لاہور دسمبر ۱۹۶۳ء میں عنوان "کیا صحابہ معیارِ حق ہیں" کے تحت دستور جماعت اسلامی کی وہ دفعہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیارِ حق نہ ہونیکا بیان ہے پیش کر کے لکھا ہے :

"یہی تو ہم بھی کہتے ہیں اور یہی ہمارا سب سے بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔" (پیام عمل ص ۱۱)

پھر عنوان "صحابہ مرجع نہیں" کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق مودودی صاحب کی ایک عبارت ترجمان القرآن نومبر سنہ ۱۹۶۳ء سے نقل کر کے لکھا ہے :

"پھر شیعہ کیوں قابلِ گردن زدنی سمجھے جاتے ہیں۔" (پیام عمل)

(۲) تہران میں شیعہ ادارے مودودی صاحب کی کتابوں کے فارسی تراجم چھاپ رہے ہیں۔

(۳) خمینی کا علانیہ کفر، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انتہائی بغض و عداوت اور انکی شان میں بہت سخت گستاخیاں کسی پر مخفی نہیں، وہ اپنی کفریات کو بذریعہ تقیہ چھپا نہیں رہا بلکہ اپنی کتابوں کے ذریعہ دنیا بھر میں شائع کر رہا ہے۔

ایسے زندیق کے ساتھ مودودی صاحب کی دلی محبت، گہری دوستی اور بہت مستحکم روابط و تعلقات

مودودی صاحب اور تخریب اسلام ۔ ۲۷

ordpress.com

بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، خود ان کے صاحبزادے اور جماعت کے دوسرے رہنما انکی باہم گہری دوستی کو بہت فخر سے بیان کرتے ہیں، اخباروں اور مستقل کتابوں کے ذریعہ خوب اچھال رہے ہیں، یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں اور دنیا بھر میں ایسی مسلم و مشہور ہے کہ اس کے اثبات کے لئے شواہد پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں، تاہم عالم دنیا سے بے خبر حضرات کے لئے مودودی صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر احمد فاروق کی شہادت نقل کی جاتی ہے :

"سب سے پہلے مجھے ایران کے سفیر کا فون موصول ہوا تھا، انھوں نے پیشکش کی تھی کہ وہ میت کو لاہور پہنچانے کے تمام انتظامات کرنے کو تیار ہیں، ہم علامہ خمینی، ایرانی سفیر اور ایرانی عوام کے شکر گزار ہیں، علامہ خمینی کے ساتھ مولانا مودودی کے دیرینہ تعلقات تھے، علامہ خمینی نے ۱۹۵۰ء میں مولانا مرحوم کی متعدد کتابوں کا فارسی ترجمہ کر کے انھیں اپنے مدرسہ کے نصاب میں شامل کیا تھا، ۱۹۶۳ء میں انھوں نے حج کے موقع پر مکہ میں مولانا مرحوم سے ملاقات کی، اگر ایرانی سفیر کا تعاون حاصل کر لیا جاتا تو تہران میں نماز جنازہ ہوتی جس میں علامہ خمینی بھی شرکت کرتے" (روزنامہ جنگ، ۲۸ ستمبر ۱۹۷۹ء)

مزید سنسنی خیز انکشافات کتب ذیل میں دیکھئے :

(۱) الشقیقان، المودودی والخمینی، المجلس العالمی لصیانۃ الاسلام کراتشی الباکستان۔

(۲) دو بھائی، ابوالاعلیٰ مودودی اور امام خمینی، عالمی مجلس تحفظ اسلام کراچی پاکستان۔

(۳) سفرنامہ ایران، سید اسعد گیلانی مکتبہ اُردو ڈائجسٹ۔

(۴) انقلاب ایران، سید اسعد گیلانی۔

00:01 Vo)) LTE1 4G Vo)) LTE2 4G 85%

(تفہیمات طبع چہارم ص۲۹۳)

اس کے بعد چند واقعات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک دوسرے کو جھوٹا کہا کرتے تھے۔ اس میں لفظ بسا اوقات قابلِ توجہ ہے یعنی کوئی

شاذ و نادر نہیں بلکہ معاذ اللہ اکثر و بیشتر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اوّلاً تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بشری کمزوریاں ثابت کرنے کے لئے ایک غیر معتبر کتاب کی بے سند روایات پیش کر رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ صحیح بخاری کی صحیح و صریح حدیث کا تو سرے سے انکار کرتے ہیں اور جن احادیث صحیحہ کو تسلیم بھی کرتے ہیں اُن سے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے زیادہ سے زیادہ گمانِ صحت حاصل ہو سکتا ہے نہ کہ علمِ یقین (اسکا حوالہ انشاء اللہ عنقریب آئیگا) مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور اُن کی بشری کمزوریوں کو اُچھالنے کے لئے قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ اور تمام اُمت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف بے سند روایات کا سہارا لے رہے ہیں۔ قرآن کا فیصلہ ہے وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ (سورۃ الحدید ۱۰) دوسری جگہ فرماتے ہیں والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھم من اثر السجود (۴۸۔۲۹)

معلوم ہوا کہ کتبِ سابقہ میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب مذکور ہیں۔ تعدیلِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق نصوص اسقدر کثرت کے ساتھ ہیں کہ سب کا احصاء مشکل ہے، اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ "الصحابۃ کلھم عدول" مگر ان سب کے مقابلے میں بے سند روایات لاکر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کمزوریاں محض تخریبی کارروائی کی غرض سے بیان کیجارہی ہیں۔

ثانیاً یہ کہ لفظ کذب عربی زبان میں اور احادیث میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ جھوٹ کے علاوہ خطا اور کسی کام سے تخلّف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی صحابی نے اگر کہیں کسی دوسرے صحابی کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا ہے تو اس کے معنی خطاءِ اجتہادی کے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ جو کام کرنا چاہتے تھے اس پر قدرت نہ پانے کی وجہ سے متخلّف رہے مگر اُن کی تخریب مکمل نہیں ہوتی جب تک کذب بمعنی جھوٹ کی نسبت حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نہیں کرتے۔ بندہ کی اس تحریر کے بعد مودودی صاحب نے کتاب "خلافت و ملوکیت" لکھی ہے جسمیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے زہر کو علانیہ اُگل دیا ہے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کسی کو مودودی صاحب کے بغض صحابہ رضی اللہ عنہم پر یقین نہیں آتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ خود اس کے دل میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض اور عداوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت مٹانے اور اس مقدس جماعت سے متعلق دلوں میں شکوک و شبہات اور بغض و

موقوفا و رواہ ابو نعیم الاصبہانی مرفوعاً وفی الباب عن ابی الدرداء وغیرہ
فلا یغتر بقول من جعلہ من کلام البخاری والمعنی لیس العلم المعتبر
الا المأخوذ من الانبیاء وورثتہم علی سبیل التعلم (فتح الباری ص۱۴۷ ج ۱)

جماعتِ اسلامی کا دجل و فریب

اب ان لوگوں کو ذرا حق و باطل کی اس کسوٹی پر لائیے جنکے حسنِ نظم وغیرہ سے متأثر ہو کر آپ ان کو اہلِ حق سمجھنے لگے ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کی تمام تر مساعی سے مقصد ہی ان رجال اللہ کی جماعت سے انحراف اور اُن کے متعین کردہ صراطِ مستقیم کی مکمل تخریب اور اسکے بعد اپنے جدید اسلام کی تعمیر ہے اور یہ میں ان کے اقوال اور طرزِ عمل سے صرف استنباط کی بنا پر نہیں
مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام — ۱!

کہہ رہا بلکہ اس پر اُن کی صریح عبارات موجود ہیں کہ ہم مکمل طور پر تخریب کے بعد جدید تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ حوالجات انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئیں گے۔

تخریبی کارروائی

اب تخریبی کارروائی سُنیئے، ان کے خیال میں دین کو سمجھنے کے لئے مسلسل چلے آنیوالے رجال اللہ اور ماہرینِ فن سے استفادہ کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ قرآن و حدیث کو براہِ راست سمجھنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں:

"میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ قرآن اور سُنّت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اس لئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مؤمن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نے کیا کہا۔" (روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص۳۷)

غور فرمائیں کہ جس شخص نے کسی دینی ادارے سے علم حاصل نہیں کیا، کسی معروف اُستاد سے کوئی سبق نہیں پڑھا، جس کو دوسرے علوم تو کجا صرف عربی زبان سے بھی پوری واقفیت نہ ہو اور اپنی تصنیف کے عربی ترجمے دوسروں سے کرانے پر مجبور ہو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ دین کو سمجھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اُن کے بعد ان سے بلاواسطہ استفادہ کرنے والے بڑے بڑے ائمۂ دین اور جلیل القدر محدثین و فقہاء اور مستند دینی اداروں میں مشہور ماہرینِ فن سے باقاعدہ علم دین حاصل کرنے والے اور خدمتِ دین میں اپنی عمریں صرف کر دینے والے علماء کے مقابلے میں کتنی جرأت کے ساتھ اپنی رائے اور قرآن دانی کو ترجیح دے رہا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توہین

ان کا عقیدہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم معیارِ حق نہیں۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے

متخلف رہے مگر اُن کی تخریب مکمل نہیں ہوتی جب تک کذب بمعنی جھوٹ کی نسبت حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نہیں کرتے {بندہ کی اس تحریر کے بعد مودودی صاحب نے کتاب "خلافت و ملوکیت" لکھی ہے جس میں بغضِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زہر کو علانیہ اُگل دیا ہے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کسی کو مودودی صاحب کے بغضِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یقین نہیں آتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ خود اس کے دل میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض اور عداوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت مٹانے اور اس مقدس جماعت سے متعلق دِلوں میں شکوک و شبہات اور بغض و

مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام ۔۔۔ ۱۴

نفرت پیدا کرنے کا جو کارنامہ تنہا مودودی صاحب نے انجام دیا ہے شیعہ کی پوری جماعت اپنی پوری مدۃ العمر میں اسکا عُشرِ عشیر بھی نہیں کر سکی۔ (نظر ثانی)

مودودی صاحب سے قبل کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی صحابی سے بغض رکھتا ہو۔ مگر آج مودودی صاحب نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس مہلک زہر سے مکمل طور پر مسموم کر دیا ہے

انبیاء کرام علیہم السّلام کی توہین

اس سے بھی بڑھ کر ان کی تخریبی کارروائی حضرات انبیاء کرام علیہم سے شروع ہوتی ہے فرماتے ہیں:

"عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے لوازم ذات سے نہیں۔ اور ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اُٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں (تفہیمات ج ۲ ص ۵۷ طبع ششم پاکستان)

کیا نبی کا کوئی حکم یا فیصلہ قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے جبکہ ہر امر و نہی کے وقت یہ احتمال موجود ہو کہ شاید اسوقت عصمت اُٹھالی گئی ہو حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے بعض اجتہادی خطائیں ہوئیں جن پر بعد میں مطلع کر دیا گیا اور خطأ اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے کوئی گناہ نہیں کہ عصمت کے منافی ہو۔ مودودی صاحب کی عصمتِ انبیاء علیہم السّلام پر دست درازی سے جب مسلمانوں میں ہیجان بپا ہوا تو اپنے دعوی کے اثبات کے لئے اس خاک بدہنش نے حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کے گناہوں کی ایک فہرست مرتب کر کے شائع کی، مجھے تو اس میں سے کوئی گستاخی نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں، کوئی صاحب بطور نمونہ دیکھنا چاہیں تو تفہیم القرآن میں حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت داؤد، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کی شان میں اور ترجمان القرآن ج ۲۹ عدد ۴ ص ۵ اور رسائل و مسائل ص ۳۱ ج ۱ طبع دوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں دریدہ دہنی ملاحظہ فرمالیں، مگر مودودی کی اس عیّاری سے ہوشیار رہیں کہ وہ ہر جدید ایڈیشن سے ایسی گستاخی کو چپکے سے اُڑا دیتا ہے جو مسلمانوں کے لئے ناقابل تحمل ہو مگر اس سے توبہ کا اعلان نہیں کرتا۔

حافظ ابن کثیر حضرت عمرو بن العاص کے اِس فعل کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ "انہوں نے اس حالت میں لوگوں کو بلا امام چھوڑنا مناسب نہ سمجھا، کیونکہ اُس وقت لوگوں میں جو اختلاف برپا تھا اس کو دیکھتے ہوئے انہیں خطرہ تھا کہ ایسا کرنا ایک طویل و عریض فساد کا موجب ہوگا، اس لیے انہوں نے مصلحت کی بنا پر حضرت معاویہؓ کو برقرار رکھا، اور اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی[۶۵]۔ لیکن جو انصاف پسند آدمی بھی نیزوں پر قرآن اٹھانے کی تجویز سے لے کر اس وقت تک کی روداد پڑھے گا وہ مشکل ہی سے یہ مان سکتا ہے کہ یہ سب کچھ "اجتہاد" تھا۔ بلاشبہ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ واجب الاحترام ہیں، اور بڑا ظلم کرتا ہے وہ شخص جو اُن کی کسی غلطی کی وجہ سے اُن کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیتا ہے اور ان کے مرتبے کو بھول کر گالیاں دینے پر اُتر آتا ہے۔ مگر یہ بھی کچھ کم زیادتی نہیں ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے کوئی غلط کام کیا ہو تو ہم محض محبت کی رعایت سے اس کو "اجتہاد" قرار دینے کی کوشش کریں۔ بڑے لوگوں کے غلط کام اگر ان کی بڑائی کے سبب سے اجتہاد بن جائیں تو بعد کے لوگوں کو ہم کیا کہہ کر ایسے اجتہادات سے روک سکتے ہیں۔ اجتہاد کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ امرِ حق معلوم کرنے کے لیے آدمی اپنی انتہائی حد وسع تک کوشش کرے۔ اس کوشش میں نادانستہ غلطی بھی ہو جائے تو حق معلوم کرنے کی کوشش بجائے خود اجر کی مستحق ہے۔ لیکن جان بوجھ کر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق غلط کام کرنے کا نام اجتہاد ہرگز نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت اس طرح کے معاملات میں افراط و تفریط، دونوں ہی یکساں احتراز کے لائق ہیں۔ کوئی غلط کام محض شرفِ صحابیت کی وجہ سے مشرف نہیں ہو جاتا بلکہ صحابی کے مرتبۂ بلند کی وجہ سے وہ مخطی اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن اُس پر راستے زنی کرنے والے کو لازماً یہ احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے کہ غلط کو صرف غلط سمجھے اور کہے، پر اکتفا کرے۔ اس سے آگے بڑھ کر صحابی کی ذات کو بحیثیت مجموعی مطعون نہ کرنے لگے۔ حضرت عمرو بن العاص یقیناً بڑے مرتبے

---

[۶۵] البدایہ، ج ۷، ص ۳۰۳۔

00:01 Vo) LTE1 4G Vo) LTE2 4G 85%

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توہین

ان کا عقیدہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم معیارِ حق نہیں۔ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے نہ صرف یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ضرورت نہیں بلکہ (معاذ اللہ) اسکا جواز ہی نہیں، ہمنے قرآن وحدیث کو توبراہِ راست اپنے علم وفہم سے سمجھا، اس کے بعد صحابہ

مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام ۔۔۔ ۱۲

رضی اللہ عنہم کی سوانح کا مطالعہ کیا توان کو قرآن وحدیث کے مطابق پایا۔ غور فرمائیے کہ قرآن وحدیث کی نصوص مذکورہ بالا اور دلائل عقلیہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ تم اپنے علم اور نظریات کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی کسوٹی پر پرکھو، مگر یہ لوگ اس کے بالکل برعکس یوں کہتے ہیں کہ ہم صراطِ مستقیم کی تعیین تو خود براہِ راست قرآن وحدیث سے اپنے علم وفہم کے ذریعہ سے کریں گے۔ پھر ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور اسلوب کی صحت وسقم کو اپنے نظریہ کی کسوٹی پر پرکھیں گے۔ ہم اپنے نظریہ کا امتحان لیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس کی بجائے ہم صراطِ مستقیم کی تعیین خود کر کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا امتحان لیں کہ وہ اس پر تھے یا نہیں (اعاذنا اللہ منہ) فرماتے ہیں:

"رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اُس کو اُسی درجہ میں رکھے۔" (دستور جماعتِ اسلامی پاکستان ص۱۴)

مزید ارشاد ہے:

"معیارِ حق تو صرف اللہ کا کلام اور اس کے رسول کی سُنّت ہے، صحابہ معیارِ حق نہیں ہیں بلکہ اس معیار پر پورے اُترتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسوٹی سونا نہیں ہے لیکن سونے کا سونا ہونا کسوٹی پر کسنے سے ثابت ہوتا ہے۔" (ترجمان القرآن اگست سنہ ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۸۰)

مودودی صاحب نے قرآن وحدیث کو خود بلاواسطہ سمجھ کر جو معیارِ حق قائم فرمایا ہے اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پورے اُترنے کا اعتراف حکمت عملی (تقیہ) کے تحت کیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ استحان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (معاذ اللہ) مودودی صاحب کے علم وفہم کی کسوٹی اور نظر نقاد کے معیار پر پورے نہ اُتر سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"بسا اوقات صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔"

(تفہیمات طبع چہارم ص۲۹۳)

اس کے بعد چند واقعات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک دوسرے کو جھوٹا کہا کرتے تھے۔ اس میں لفظ بسا اوقات قابلِ توجہ ہے یعنی کوئی

جس دل جمعی کے ساتھ اُمت کو حضرت علیؓ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے تھا، جس کے بغیر وہ اِس کام کو انجام نہ دے سکتے تھے، وہ بدقسمتی سے حاصل نہ ہو سکی۔

تیسرے، حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ، جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ، اور دوسری طرف حضرت معاویہؓ ——— ان دونوں فریقوں کے مرتبہ و مقام اور جلالتِ قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بھی یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جا سکتی۔ ظاہر ہے کہ یہ جاہلیت کے دَور کا قبائلی نظام تو نہ تھا کہ کسی مقتول کے خون کا مطالبہ لے کر جو چاہے اور جس طرح چاہے اُٹھ کھڑا ہو اور جو طریقہ چاہے اُسے پورا کرانے کے لیے استعمال کر لے۔ یہ ایک باقاعدہ حکومت تھی جس میں ہر دعوے کے لیے ایک ضابطہ اور قانون موجود تھا۔ خون کا مطالبہ لے کر اُٹھنے کا حق مقتول کے وارثوں کو تھا جو زندہ تھے اور وہیں موجود تھے۔ حکومت اگر مجرموں کو پکڑنے اور ان پر مقدمہ چلانے میں واقعی دانستہ ہی تساہل کر رہی تھی تو بلاشبہ دوسرے لوگ اس سے انصاف کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ لیکن کسی حکومت سے انصاف کے مطالبے کا یہ کونسا طریقہ ہے، اور شریعت میں کہاں اس کی نشان دہی کی جا سکتی ہے کہ آپ سرے سے اس حکومت کو جائز حکومت ہی اُس وقت تک نہ مانیں جب تک وہ آپ کے اِس مطالبہ کے مطابق عمل درآمد نہ کر دے۔ حضرت علیؓ اگر جائز خلیفہ تھے ہی نہیں تو پھر اُن سے اس مطالبہ کے آخر معنی کیا تھے کہ وہ مجرموں کو پکڑیں اور سزا دیں؟ کیا وہ کوئی قبائلی سردار تھے جو کسی قانونی اختیار کے بغیر جسے چاہیں پکڑ لیں اور سزا دے ڈالیں؟

اس سے بھی زیادہ غیر آئینی طریق کار یہ تھا کہ پہلے فریق نے بجائے اس کے کہ وہ مدینے جا کر اپنا مطالبہ پیش کرتا، جہاں خلیفہ اور مجرمین اور مقتول کے ورثاء سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جا سکتی تھی، بصرے کا رُخ کیا اور فوج جمع کر کے خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کی کوشش کی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ ایک خون کے بجائے دس ہزار مزید خون ہوں، اور مملکت کا عام انتظام درہم برہم ہو جائے۔ شریعتِ الٰہی تو درکنار، دنیا کے کسی آئین و قانون کی رُو

حضرت علیؓ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفۂ راشد کے شایانِ شان تھا۔ البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے۔ وہ یہ کہ جنگِ جمل کے بعد انہوں نے قاتلینِ عثمانؓ کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ جنگِ جمل تک وہ ان لوگوں سے بیزار تھے، باولِ ناخواستہ اُن کو برداشت کر رہے تھے، اور ان پر گرفت کرنے کے لیے موقع کے منتظر تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے گفتگو کرنے کے لیے جب انہوں نے حضرت قعقاعؓ بن عمرو کو بھیجا تھا تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع نے کہا تھا کہ "حضرت علیؓ نے قاتلینِ عثمانؓ پر ہاتھ ڈالنے کو اُس وقت تک مؤخر کر رکھا ہے جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں، آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا۔"[۱] پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو اُن کے اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے درمیان ہوئی اس میں حضرت طلحہؓ نے اُن پر الزام لگایا کہ آپ خونِ عثمانؓ کے فتنہ گار ہیں، اور انہوں نے جواب میں فرمایا لعن اللہ قتلۃ عثمان (عثمان کے قاتلوں پر خدا کی لعنت ہو)۔[۲] لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ اُن کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے، درآنحالیکہ قتلِ عثمانؓ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علیؓ کے پورے زمانۂ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی طرح حضرت علیؓ نے بھی تو اپنے متعدد رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا، مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ

---

[۱] البدایہ، ج ۷، ص ۲۳۷۔

[۲] ایضاً، ج ۷، ص ۲۴۰۔

صاحب حضرت عثمانؓ اور اکابر صحابہؓ کے باہمی خوشگوار تعلقات کو خراب کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے تاکہ خلیفۂ برحق اپنے پرانے رفیقوں کے بجائے ان کو اپنا زیادہ خیر خواہ اور حامی سمجھنے لگیں[۱۳]۔ یہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ انہوں نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جنہیں اُلقاء کی زبان سے سُننا سابقین اوّلین کے لیے بمشکل ہی قابل برداشت ہو سکتا تھا۔ اسی بنا پر دوسرے لوگ تو درکنار، خود حضرت عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ بھی یہ رائے رکھتی تھیں کہ حضرت عثمانؓ کے لیے مشکلات پیدا کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری مروان پر عائد ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شوہرِ محترم سے صاف صاف کہا کہ "اگر آپ مروان کے کہے پر چلیں گے تو یہ آپ کو قتل کرا کے چھوڑے گا، اس شخص کے اندر نہ اللہ کی قدر ہے، نہ ہیبت نہ محبت[۱۴]"۔

دوسرا مرحلہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا، اور غلط کام بہرحال غلط ہے، خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اُس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے، اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ اس ایک پہلو کو چھوڑ کر باقی جملہ پہلوؤں سے اُن کا کردار بحیثیت خلیفہ ایک مثالی کردار تھا جس پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ بریں ان کی خلافت میں بحیثیت مجموعی خیر اس قدر غالب تھی، اور اسلام کی سربلندی کا اتنا بڑا کام اُن کے عہد میں ہو رہا تھا کہ ان کی پالیسی کے اس خاص پہلو سے غیر مطمئن ہونے کے باوجود عام مسلمان پوری مملکت میں کسی جگہ بھی ان کے خلاف بغاوت کا خیال تک دل میں لانے کے لیے تیار نہ تھے۔ ایک مرتبہ بصرے میں اُن کے گورنر سعید بن العاص کے طرزِ عمل سے ناراض ہو کر کچھ لوگوں

---

[۱۳] طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۶۔ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۵۹۔

عمرؓ کو اندیشہ تھا۔ اپنی وفات کے قریب زمانے میں سب سے بڑھ کر جس بات سے وہ ڈرتے تھے وہ یہ تھی کہ کہیں اُن کا جانشین اپنے قبیلے اور اپنے اقرباء کے معاملہ میں اُس پالیسی کو نہ بدل دے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اُن کے زمانے تک چلی آرہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے عہدِ حکومت میں حضرت علیؓ کے سوا بنی ہاشم میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے قبیلے اور خاندان کے کسی شخص کو سرے سے کسی منصب پر مامور نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دس سال کے عہد میں بنی عدی کے صرف ایک شخص کو ایک چھوٹے سے عہدے پر مقرر کیا اور اس سے بھی ان کو بہت جلدی سبکدوش کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں قبائلی عصبیتوں کو سر اٹھانے کا کوئی موقع نہ ملا۔ حضرت عمرؓ کو خوف تھا کہ یہ پالیسی اگر بدل دی گئی تو سخت فتنے کی موجب ہوگی۔ اسی لیے انہوں نے اپنے تینوں متوقع جانشینوں — حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص — کو الگ الگ بُلا کر اُن کو وصیت کی تھی کہ اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اپنے قبیلے کے لوگوں کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا۔[1]

لیکن اُن کے بعد جب حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اِس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔ انھوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کیے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں موجبِ اعتراض بن گئیں۔[2]

---

[1] حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ ۹۹۔

[2] مثال کے طور پر: انہوں نے افریقہ کے مالِ غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مروان کو بخش دیا۔ اس واقعہ کے متعلق ابن الاثیر نے اپنی تحقیق اِس طرح بیان کی ہے:

عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح افریقہ کا خمس مدینہ لائے اور مروان بن الحکم نے اُسے ۵ لاکھ دینار میں خرید لیا، پھر حضرت عثمانؓ نے یہ قیمت اس کو معاف کر دی۔ یہ بھی اُن اُمور میں سے ہے جن کی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر اعتراض کیا جاتا تھا۔ افریقہ کے خمس کے معاملہ میں جتنی روایات بیان کی جاتی ہیں، یہ روایت اُن میں سب سے زیادہ درست ہے۔ بعض

اے محمد ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے

جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ لیکن جونہی کہ اسے یہ احساس ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے احساس کرا دیا جاتا ہے کہ اس کا قدم معیارِ مطلوب سے نیچے جا رہا ہے، وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی کی اصلاح کرنے میں اسے ایک لمحہ کے لیے بھی تأمل نہیں ہوتا۔ حضرت نوح کی اخلاقی رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی جان جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے، تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پروا ہو کر اُس طرزِ فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے۔

۵۱ پسرِ نوح کا یہ قصہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے نہایت مؤثر پیرایہ میں یہ بتایا ہے کہ اُس کا انصاف کس قدر بے لاگ اور اس کا فیصلہ کیسا دو ٹوک ہوتا ہے۔ مشرکینِ مکہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم خواہ کیسے ہی کام کریں، مگر ہم پر اللہ کا غضب نازل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم حضرت ابراہیم کی اولاد اور فلاں فلاں دیویوں اور دیوتاؤں کے متوسل ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے بھی ایسے ہی کچھ گمان تھے اور ہیں۔ اور بہت سے غلط کار مسلمان بھی اس قسم کے جھوٹے بھروسوں پر کیے ہوئے ہیں

Tafheem ul Quran, jild 4, page 327, surah saad

کو بھول گئے۔ ع

قصور کی نوعیت ایسی شدید نہ تھی کہ اسے معاف نہ کیا جاتا، یا اگر معاف کیا بھی جاتا تو وہ اپنے
اللہ تعالیٰ یہاں خود تصریح فرما رہا ہے کہ جب انہوں نے سجدے میں گر کر توبہ کی تو نہ صرف یہ کہ انہیں معاف کر دیا گیا، بلکہ دنیا
اور آخرت میں ان کو جو بلند مقام حاصل تھا اُس میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

۲۸ یہ وہ تبنیہ ہے جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندیٔ درجات کی بشارت دینے کے ساتھ
حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو فعل اُن سے صادر ہوا تھا اُس کے اندر خواہش نفس کا
کوئی دخل تھا، اُس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا، اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت
کرنے والے کسی فرماں روا کو زیب نہ دیتا تھا۔

یہاں پہنچ کر تین سوالات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ فعل کیا تھا؟ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو
صاف صاف بیان کرنے کے بجائے اِس طرح پردے پر دے ہی میں اس کی طرف کیوں اشارہ کیا؟ تیسرے یہ کہ اس سیاق و
سباق میں اس کا ذکر کس مناسبت سے کیا گیا ہے؟

جن لوگوں نے بائیبل (عہد نامۂ عتیق) اور یہودیوں کی کتاب مقدس کا مطالعہ کیا ہے وہ اس سے بات پوشیدہ نہیں ہے